بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

نگران اصول
مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی
شیخ الحدیث

مدیر مسئول
نذیر احمد املوی
رحمانی

نمبر ۷	ماہ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ	جلد ۸

مخالفین اسلام کی تبلیغی کوششیں

اور

مسلمانوں کیلئے تازیانۂ عبرت

مورخہ ۲۶ رجمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۲ راگست ۱۹۴۰ء بروز جمعہ کو پھاٹک حبش خاں دہلی میں جمعیۃ الطلباء (بنگال وآسام) کی طرف سے ایک تبلیغی جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جو انجمن کا چوتھا سالانہ اجلاس تھا۔ اس کی صدارت حضرت مولانا نذیر احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ "محدث" دہلی نے فرمائی تھی۔ اس موقع پر آپ نے جو اپنا تحریری خطبۂ صدارت پڑھا تھا، وہ اتنا اہم، سبق آموز، اور عبرت خیز ہے کہ ہر مسلمان کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلئے ہم اسکا ابتدائی حصہ حذف کرکے ناظرین "محدث" کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔ ہم محسوس کررہے ہیں کہ "محدث" کے صفحات میں اتنے طویل مضمون کی گنجائش نہیں ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ قسط وار شائع کرنے میں مضمون کی اہمیت بالکل فوت ہوجائیگی، اسلئے مجبوراً ہم اس کو ایک ہی قسط میں شائع کررہے ہیں۔

مولانا نے خطبۂ مسنونہ کے بعد یہ آیت پڑھی وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ (پ ۱۱ س توبہ ع ۱۵) پھر اپنے صدارتی انتخاب کے متعلق "شکوہ وشکریہ" اور کچھ تمہیدی الفاظ کے بعد فرمایا۔

(مینجر)

میرے نوجوان فاضلو! آج جبکہ دنیا کا چپہ چپہ۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ انقلاب۔ انقلاب پکار رہا ہے۔ میں صوبہ بنگال و آسام کے ان اہلحدیث طالب علموں کو مبارکباد دیتا ہوں جنھوں نے اس انجمن کی شکل میں اپنی بیداری اور احساس کا کسی نہ کسی حد تک ثبوت دیا ہے۔ آج طوفانِ انقلاب کی اٹھتی ہوئی لہریں ہمیں بتا رہی ہیں کہ صرف سیاسی اور جغرافیائی حیثیت سے ہی دنیا کے نقشے نہیں بدلے جا رہے ہیں۔ بلکہ مذہبی اور دینی حدود کی سرحدوں کو بھی پوری بغاوت و سرکشی کے ساتھ پار کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ آج اگر اقتصادی و معاشی حیثیت سے دنیا ظالموں کے جبر و استبداد کے آہنی پنجوں میں دبی ہوئی کراہ رہی ہے۔ تو یقین جانئے کہ مذہب کے اصول و فروع بھی کفر و طغیان کے علَم برداروں کے مظالم سے تنگ آکر الغیاث الغیاث پکار رہے ہیں۔

آج اسلام کے مقابلہ پر صرف اس کے ازلی معاند ہی صف آرا نہیں ہیں بلکہ خود مسلمان کہلانے والے ملحدوں نے بھی اس کی صاف اور صحیح تعلیمات کو مسخ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ لیکن واحسرتا! کہ آج وزارت کی کرسیوں اور اسمبلی کی ممبریوں کے لئے تو مذہب کے نام پر ایک ہنگامۂ کارزار گرم ہے۔ مگر زخم کے اس ناسور پر کوئی توجہ نہیں جو دیمک کی طرح اندر ہی اندر جسم کو کھوکھلا بنائے جا رہا ہے۔ دشمن کی اُن ریشہ دوانیوں پر کوئی دھیان نہیں جن کی شدید ضرب براہِ راست مذہب پر پڑ رہی ہے +

دوستو! اس سلسلہ میں اگر میں ان جماعتوں کی کارستانیاں بے نقاب کروں جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے اعتقاد و عمل کو تباہ کر رہی ہیں۔ تو ممکن ہے بعض ان صلح پسند طبیعتوں کو ناگوار گذرے جو پہلے ہی سے یہ کہہ رہی ہیں کہ "ان مولویوں کو تو آپس میں لڑوانے اور ایک دوسرے کو کافر بنانے کے سوا کچھ آتا ہی نہیں" اس لئے آج کی صحبت میں میں انھیں نظر انداز کرتے ہوئے صرف ان تدبیروں اور سازشوں کو طشت ازبام کرنا چاہتا ہوں جو اسلام اور مسلمانوں کے کھلے ہوئے دشمنوں اور ازلی معاندوں کی طرف سے منظم طور پر جاری ہیں۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ اگر مسلمان کہلانے والے فرقوں پر کسی قسم کی تنقید، وحدت و تنظیم کے خلاف ہے تو خدارا مسیحیت کے علَم برداروں اور "اوم" کا جھنڈا لہرانے والوں ہی کی فسوں کاریوں پر ذرا نگاہ ڈالئے کہ کس حوصلہ اور دانشمندی۔ وسعت اور تنظیم کے ساتھ سالہا سال سے ان کی تلبیسات اور فریب کاریوں کا جال دنیا۔ اور بالخصوص ہندوستان میں بچھایا جا رہا ہے۔ ذیل میں مسیحی مشنریوں، ہندو سنتھاؤں۔ اور آریہ اپدیشکوں کی تبلیغی کارگذاریوں کا ایک نہایت نامکمل اور مجمل سا خاکہ آج سے کئی سال پیشتر کے اخبارات سے پیش کر رہا ہوں جس سے آپ ان کی اولوالعزمیوں کا اندازہ لگائیں اور عبرت حاصل کریں کہ جس جماعت کے کام کی رفتار آج سے سالوں پیشتر یہ تھی نہ معلوم وہ آج کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہوگی۔ اور کتنے بندگانِ خدا کو گمراہی کے غار میں دھکیل چکی ہوگی +

مسیحی تبلیغ

فروری سنہ ۱۹۳۶ء کے مسیحی رسالہ "المائدہ" میں خبر شائع ہوئی ہے کہ:۔

٭ اس سال بائبل سوسائٹی لندن کو ۳۵ سو پانچ پونڈ کے تین نوٹ کسی گمنام معطی کی جانب سے

وصول ہوئے ہیں۔ ۳۵ سو پونڈ کا ایک ایسا ہی نوٹ ہر سال بائبل سوسائٹی کو کئی سال سے وصول ہو رہا ہے اور قیاس کیا جا رہا ہے کہ یہ تین نوٹ بھی اسی صاحب دل معاون سوسائٹی نے ارسال کئے ہیں۔"

دیکھا آپ نے؟ یہ ہے اس دنیا کا حال جس کی برائیوں کی اندھی تقلید کو تو ہمارے عیش پرست سرمایہ داروں نے اپنی زندگی کا شیوہ بنا لیا لیکن بھلائیوں سے آنکھیں پھیر لیں۔ جن کی تباہ کن عیاشیوں اور شرمناک بے حیائیوں کو تو ہمارے فیشن ایبل دوستوں نے اپنی دولت کا مصرف سمجھا۔ لیکن کیا ان کی مذہب پرستیوں اور تبلیغ دین کی وارفتگیوں پر بھی کبھی نگاہ ڈالی؟ غور تو کرو کہ یہ کوئی معمولی رقم نہیں بلکہ ۳۵ سو پونڈ یعنی تقریباً باون ہزار پانچ سو روپے کی خطیر رقم ہے۔ جو ایک بار نہیں بلکہ ہر سال بائبل سوسائٹی کو مل رہی ہے۔ اور اس کی گمنامی کا یہ عالم ہے کہ اس رقم کے وصول کرنیوالوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کون خدا کا بندہ ہے جو مسیحیت کا عاشق اور اس کی تبلیغ کا اس قدر دلدادہ ہے کہ ہر سال اتنی بڑی رقم سوسائٹی کے حوالہ کر دیتا ہے۔

یہ تو لندن کا ذکر تھا اب ہندوستان کے متعلق بھی سن لیجئے کہ بائبل کی تقسیم و اشاعت کیلئے جو مجلسیں ہندوستان میں مسیحیوں کی قائم ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر اور کارگذار انجمن "برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی" ناگپور ہے۔ تنہا اس انجمن کا کارنامہ یہ ہے کہ یہ:-

> اوسطاً ہر سال ۷۵ ہزار نسخے بائبل کے ہندی میں اور ۸۰ ہزار بنگالی میں شائع کرتی رہتی ہے۔ یہ انجمن ہندوستان میں ۱۸۱۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اسی سال اس نے بائبل کے ۵۰۰۰۲ نسخے شائع کئے اب ہر سال اوسطاً دو لاکھ ۴۹ ہزار ۴ ہندوستانی اور ۲۶ بیرونی زبانوں میں شائع کرتی رہتی ہے۔ تقریباً تین ہزار کاپیاں بائبل کی کلکتہ، ڈھاکہ، اور پٹنہ یونیورسٹیوں کے میٹرک پاس طلبہ کو ان کی درخواست پر مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔" (صدق بحوالہ اسٹیٹسمین)۔

غور کیجئے کہ یہ صرف ایک مسیحی انجمن کا ذکر ہے۔ خدا جانے ایسی ایسی کتنی انجمنیں ہندوستان میں قائم ہیں اور وہ کن کن تدبیروں سے عیسائیت کی تبلیغ کر رہی ہیں۔

ہندوؤں کی تبلیغی کوششیں

یہی حال آج ہندوؤں اور آریوں کا ہے۔ تبلیغ کے نام پر آریوں کی فتنہ انگیزیاں تو آج ضرب المثل ہو چکی ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ اسلام کے خلاف دھواں دھار تقریروں اور فساد انگیز لکچروں کے ذریعہ ان کی کوششیں جاری تھیں۔ لیکن اب وہ سراسر خاموش تحریروں کی صورت میں بدل گئی ہیں۔ مختلف کتابوں اور ٹریکٹوں کے ذریعہ۔ اسلام، اور اسلام کے خدا، اسلام کے رسول۔ اسلامی تاریخ، مسلمان بادشاہوں اور بزرگوں کے خلاف طرح طرح کے غلط الزامات اور بے بنیاد اتہامات لگا کر ان کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ اردو۔ ہندی۔ ناگری۔ یہاں تک کہ عربی میں بھی کتابیں چھپوا کر شائع کی جاری ہیں۔ مسیحیوں کی طرح ان کی بھی بہت سی انجمنیں اس مقصد کیلئے قائم ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں صرف ہندوستان کے اندر

ساڑھے چار سو سماجیں کام کر رہی تھیں۔ اُن سماجوں کے اعداد و شمار ان کے علاوہ ہیں جو عراق۔ عرب۔ مصر۔ شمالی افریقہ۔ برھما۔ سیام۔ سنگاپور۔ ملایا۔ جاوا۔ سماٹرا وغیرہ میں مصروف عمل ہیں۔ یقین ہے کہ اس پندرہ سال کے اندر اس تعداد میں اور اضافہ ہو چکا ہوگا۔ اور یہ انجمنیں ہماری انجمنوں کی طرح محض نام کی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے مستقل سرمایے اور منظم کارگذاریاں ہیں۔ یہاں مثال کے طور پر ہندوؤں اور آریوں کی ان انجمنوں کے صرف چند کارنامے پیش کر رہا ہوں۔ بغور سنئے اور ان کے گہرے نتائج کا خود اندازہ لگائیے۔

آج سے تقریباً سولہ سال پیشتر بھارت شدھی سبھا نے اپنی گیارہ ماہ (فروری ۱۹۲۳ء لغایت دسمبر ۱۹۲۳ء) کی رپورٹ شائع کی تھی جس میں لکھا ہے کہ:۔

گیارہ ماہ میں ایک لاکھ ۵۶ ہزار ۷ ۹۹ روپیہ ایک ہزار چندہ دہندوں سے حاصل ہوا۔ اسمیں ۷۸ ہزار ۵۳۴ روپئے خرچ ہوئے ۲۸ ہزار ۶۳ ۴ نقد آخر دسمبر میں بھارت شدھی سبھا کے پاس موجود ہیں۔ صرف شدہ رقم سے بھارت شدھی سبھا نے ۸۳ ۱ مواضعات میں شدھیاں کیں۔ ۲۵ ہزار ملیبار کے نو مسلموں کو جن کو ٹیپو سلطان نے زبردستی مسلمان بنایا تھا شدھ کیا۔ بھارت شدھی سبھا نے ملکانوں کے ۳۶ دیہاتوں میں مدارس قائم کئے۔ دواخانے کھولے گئے۔ ڈاکٹر اور وید نوکر رکھے گئے ۲۲ ہزار ۴۸ ۹ روپیہ ملکانوں کی پنچائتوں اور رکھان پان میں خرچ ہوا۔ دس ہزار ۲۲ روپیہ ملازمین کی تنخواہوں میں صرف ہوئے۔ (دعوت عمل ص۸۰) +

ہندو سبھا نے اپنے جلسہ منعقدہ ۷ ر اگست ۱۹۲۲ء میں اپنی رپورٹ پیش کی اور لکھا کہ:۔

" اسوقت تک ۳۶۲ کل شاخیں اس مہا سبھا کی قائم ہوئیں جس میں سے ۱۶۰ شاخیں صوبہ متحدہ میں۔ ۶۵ پنجاب میں ۶۵ بہار میں ۲۲ بمبئی میں ۱۶ صوبہ متوسط میں ۳ برھما میں ۱۳ راجپوتانہ میں دس آسام میں۔ مہا سبھا کی کوشش ہے کہ ہر ضلع ہر تحصیل اور ہر قصبہ میں ہندو سبھا کی شاخیں قائم کی جائیں۔ (دعوت عمل ص۸۱) +

اخبار پرکاش لاہور مورخہ ۱۵ ر دسمبر ۱۹۲۶ء میں ہے کہ:۔

شدھی کا وہ عالمگیر جھنڈا جسے آریہ سماج نے بلند کیا ہرش (خوشی) کا مقام ہے کہ ہندو اسے سنبھالنا اپنا کرتویہ (کام) سمجھ رہے ہیں۔ بمبئی کا ہندو مشن بھی اچھا کام کر رہا ہے لیکن بنگال کے ہندو مشن کا کام جس سرعت سے چلایا جا رہا ہے بنگال میں اس جاگرتی کا نتیجہ ہے۔ آسام کانگریس کے ساتھ ایک آل انڈیا ہندو کانفرنس کی تیاری کی جا رہی ہے۔ جس میں اس سوال پر غور کیا جائیگا کہ آسام میں جو پانچ لاکھ ایسے آدمی ہیں جو نصف سے زیادہ ہندو مراسم کے پابند ہیں۔ انھیں شدھ کر لیا جائے۔ آسام میں شدھی پہنچ رہی

خوب کامیاب ہو رہی ہے۔ اگر شدہ ہوئے لوگوں کے مستقبل کو روشن کرنے کیلئے ہندوستان کے ہندو کسی مفید نتیجہ پر پہنچ سکیں تو نہ صرف بنگال ہندو سبھا ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی بلکہ سارے بھارت میں شاندار جھنڈا شان سے لہرا سکتا ہے۔ (دعوت عمل ۵۲) +

یہی پرکاش اپنی اشاعت مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۶ء میں لکھتا ہے کہ۔

بنگال کے ہندو مشن کے پربندھ (سلسلہ) میں شدھی اندولن کی جو سپھلتا پراپت (حاصل) ہو رہی ہے۔ اس نے اینگلو انڈین اخباروں کا دھیان اپنی اور آکرشت کر لیا ہے چنانچہ انگلش مین لکھتا ہے کہ بنگال میں ہندو مشن نے چالیس ہزار غیر ہندوؤں کو جن میں عیسائی اور مسلمان بھی شامل ہیں شدھ کر لیا۔ جہاں تک شدھی کو ہر دلعزیز بنانے کا سوال ہے وہ حل ہو چکا ہے۔ باقی رہ جاتا ہے شدھ ہوئے لوگوں کو جاتی میں جذب کر لینے کا سوال۔ جب اسے بھی حل کر لیا گیا تو بھارت سے غیر ہندوپن دور ہونے میں کوئی سندیہہ نہ رہ جائیگا" (دعوت عمل ۵۳)

ویدپرچار کا کام آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب کرتی ہے۔ صرف سمت ۱۹۷۹ میں ۳۸ ہزار روپیہ اس میں صرف ہوا۔ اور سمت ۱۹۸۰ میں ۳۹ ہزار روپیہ ویدپرچار کیلئے قوم سے طلب کیا گیا (دعوت عمل ۱۷)

غیر ممالک میں تبلیغ حضرات! تبلیغ مذہب کے یہ فداکار کچھ یہی نہیں کہ ہندوستان ہی کے طول وعرض میں اپنے مذہب کی اشاعت اور آریہ دھرم کا پرچار کر رہے ہوں۔ بلکہ ہمارے اسلاف کی طرح ان کے مبلغ بھی ملک و وطن کو چھوڑ کر سینکڑوں اور ہزاروں کوس کا سفر کر کے ویدپرچار کرتے ہیں۔ میں اختصار کیلئے دوسرے ممالک کا ذکر چھوڑ کر صرف اس حصہ کو آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جسکا تعلق عرب اور عراق سے ہے۔ اب تک تو آپ آریوں کے منہ سے یہ سنکر ہنس دیا کرتے تھے کہ وہ مکہ معظمہ میں "اوم" کا جھنڈا گاڑنا چاہتے ہیں" لیکن چشم عبرت کھولکر دیکھئے کہ آپ کی غفلت کیشیوں نے ان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ اخبار "آریہ مسافر" آگرہ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۲۴ء لکھتا ہے کہ۔

جناب مولانا مرزا محمود زرقانی پرائیویٹ سکرٹری حضرت شوقی زبانی ربانی حیفہ فلسطین و شیخ محی الدین صبری کردی سابق پروفیسر ازہر یونیورسٹی مصر سے ایڈیٹر آریہ مسافر کی سلطان ہوٹل میں ملاقات ہوئی۔ اور تقریباً آدھ گھنٹہ تک عربی میں آریہ سماج کے عقائد اور بہائی مذہب کے اصولوں پر گفتگو ہوتی رہی۔ مولانا محی الدین آریہ مسافر کے ایڈیٹر سے عربی زبان میں گفتگو کر کے بہت خوش ہوئے اور فرمایا وہ زمانہ عنقریب ہے کہ جب ہم آپ کے عقائد سے عربی زبان میں واقفیت حاصل کر سکینگے۔ اس پر آریہ مسافر کے ایڈیٹر نے ستیارتھ پرکاش عربی۔ یجر وید کا چالیسواں ادھیائے مترجمہ عربی۔ اور تحقیق الالہام عربی۔ تحقیق الاغذیہ عربی۔ اور تحقیق التناسخ عربی آریہ سماج کا لٹریچر پیش کیا۔ پروفیسر صاحب بہت خوش ہوئے اور یکایک بول اٹھے کہ آپ نے علم اور مذہب کا خزانہ ہم کو بخش دیا۔ ہم لوگ ان کتب کو نہایت غور و خوض کے ساتھ پڑھینگے۔ اور مصر میں

لیجا کر دوسروں کو دکھائیں گے۔ یہ مصر و عرب کیلئے عجوبہ ہونگی۔" (دعوت عمل ص۸۷)

اس اخبار کا عراقی نامہ نگار مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۳۵ء میں لکھتا ہے کہ:۔

یوں تو مدت سے آریہ سماج کا یہ خیال رہا ہے کہ عرب میں ویدک دھرم کا پرچار کیا جاوے لیکن ہم کو اس سے پہلے عراق کے اندر آنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔ مگر دوران جنگ میں یہ موقع ملا۔ آخر کار ۱۹۱۸ء میں آریہ سماج کو قائم کیا گیا۔ اس سے پہلے ۱۹۱۷ء میں بصرہ میں آریہ سماج قائم ہو چکی تھی۔ آریہ سماج بغداد نے ہزار ہا ٹریکٹ انگریزی۔ عربی۔ اردو میں تقسیم کئے۔ اس عرصہ میں آریہ سماج نے اپنے ماتحت ایک لائبریری قائم کی۔ اور جگہ جگہ آریہ دھرم کو اس کے اصلی روپ میں دکھایا۔" (دعوت عمل ص۸۹)

حضرات! باطل پرستوں کی فتنہ سامانیوں کی داستان جو حقیقت میں ایک حساس اور غیرتمند مومن کیلئے تازیانۂ عبرت ہے، آپ سن چکے۔ اب اس کے علاج اور انسداد کی طرف توجہ دلانے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ اس تنقید کا بھی جواب دیدوں جو اس سلسلہ میں مجھ پر کیجا سکتی ہے۔

تنقید اور اسکا جواب حاضرین مجلس! میں جانتا ہوں کہ میری اس تقریر پر دو قسم کے لوگ معترض ہوں گے۔ ایک وہ مغرب زدہ "روشن خیال" جو اپنے سفید فام آقاؤں کی اندھی تقلید میں مذہب سے ہی بیزار ہیں۔ (گو مردم شماری میں وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی لکھواتے ہیں) ان کا خیال ہے کہ "مذہب ایک نجی چیز ہے اس کو ہر معاملہ میں دخل نہیں دینا چاہیئے یہ "مولویانہ ذہنیت" بھی عجیب ذہنیت ہے کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ لیکن یہ ابھی تک مذہب ہی مذہب چیخ رہے ہیں" دوستو! یہ لوگ درحقیقت قابل رحم ہیں۔ یہ شکست خوردہ اور مرعوب ذہنیت کے لوگ ہیں۔ ان کے جواب میں کوئی معقول دلیل لانا۔ یا عقل و خرد کی باتیں کرنا دراصل معقولیت اور سنجیدگی کی توہین ہے۔ یہ تو ہر چیز مغرب کی عینک سے دیکھنا جانتے ہیں۔ اور یہی ان کے نزدیک حسن و قبح کا معیار ہے۔ پس ان کے جواب میں کوئی معقولیت کی راہ اختیار کرنے سے زیادہ بہتر یہی ہے کہ میں ان کے سامنے انکے "کعبۂ دین و دنیا" (انگلستان) کے کسی بڑے شخص کا قول پیش کروں۔

ابھی ابھی لارڈ ہیلی فیکس وزیر خارجہ برطانیہ نے ہر ہٹلر ڈکٹیٹر جرمنی کے جواب میں جو تقریر کی ہے اس کے یہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں کہ:۔

"ممالک متحدہ امریکہ اور ہمارے ملک کی بنیاد مسیحی تعلیم اور ایمان باللہ ہے . . . . اور یہی وہ روح ہے جس کے سہارے ہم دونوں کو مسیحیت کی حمایت کیلئے یہ مقدس جنگ لڑنی پڑیگی۔" (زمزم ۲۷ جولائی)

کہئے! اب تو آپ کو تسکین ہوگئی کہ مذہب سیاست سے جدا نہیں؟ اب تو آپ کو بھی مذہب کی ہمہ گیری اور اس کی وسعت کا اقرار کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ یہ کسی "قل اعوذیئے ملا" کا بیان نہیں بلکہ روشن خیال اور زمانہ شناس انگلستان کی ایک بہت بڑی ذمہ وار شخصیت کا ذمہ دارانہ اعلان ہے کہ "ہمارے ملک کی بنیاد مسیحی تعلیم اور ایمان باللہ ہے" یہ جنگ جو کسی مذہبی

جماعت کے مقابلہ پر نہیں بلکہ خالص ڈکٹیٹر شپ کے خلاف لڑی جارہی ہے بقول لارڈ ھیلی فیکس "مسیحیت کی حمایت کیلئے لڑی جائیگی" تو پھر اگر ہم بغیر کسی جنگ وجدال کے مذہب کی حمایت کرتے ہیں اور اس کی حفاظت کا سوال اٹھاتے ہیں تو آپ کے نزدیک گردن زدنی کیوں ہیں؟ کیا اس کے سوا اور بھی کوئی اس کی توجیہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایک سفید فام آقا کا فرمان ہے اور یہ ایک غریب مولوی کی بات سے

اپنے بھائی کے مقابل کبر سے تن جائیے + غیر کا جب سامنا ہو بس قلی بن جائیے

معترضین کا دوسرا گروہ وہ ہے جو مذہب کا دلدادہ اور اسلام کا فدا کار سپاہی ہونے کے باوجود ہندو مسلم اتحاد کا داعی ہے۔ اس کی سیاست کا محور اسوقت سامراجی طاقت اور اسکا نظام حکومت ہے۔ وہ انگریزوں کی غلامی کا جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکنے کیلئے۔ ہندو مسلم اتحاد کو ہر قیمت پر خریدنے کیلئے تیار ہے۔ وہ کوئی ایسی بات سننا گوارا نہیں کرتا جس سے ہندو کے دل میں ہمارے خلاف کوئی خلش پیدا ہو سکتی ہو۔ اسلئے ظاہر ہے کہ ہندوؤں اور آریوں کی تبلیغی جدوجہد کا جو اجمالی نقشہ میں نے ابھی آپ کے سامنے پیش کیا ہے ان کی نگاہوں میں یہ فرقہ وارانہ کشیدگی کا باعث بنیگا۔ اسلئے مورد طعن قرار پائے گا۔ نیز ممکن ہے انہی لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض بھی وارد کیا جائے کہ یہ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء یا اس کے لگ بھگ کی باتیں ہیں۔ جبکہ کانگریس اور خلافت کمیٹی کی متحدہ کوششوں سے ملک میں ہندو مسلم اتحاد کا غلغلہ بڑے زور شور سے بلند ہو رہا تھا۔ چالاک دشمن نے اس کے خطرناک نتائج کا اندازہ کرکے اس کو دبانے کیلئے کچھ لوگوں کو اپنا آلہ کار بنایا۔ اور شدھی و سنگٹھن کا فتنہ کھڑا کیا۔ اور اس میں وہ خوب کامیاب رہا۔ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے سے اس طرح الگ ہوئے کہ پھر نہ جڑ سکے۔ اب پھر انھیں باتوں کو تازہ کرنا ایک سوئے ہوئے فتنہ کو جگانا اور دبی ہوئی آگ کو ہوا دینا ہے۔

حضرات! ان تمام باتوں کا تفصیلی جواب دینے کا نہ یہ موقع ہے اور نہ وقت میں اتنی گنجائش۔ بس مختصرا یہ عرض ہے کہ بیشک مجھے ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت سے انکار نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ وقت کا اہم تقاضا یہ ہے کہ اس مشکل کو حل کیا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ آزادی کی پُرامن اور آئینی جدوجہد میں مسلمان کسی طرح بھی دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہیں۔ لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ میری یہ تقریر ہندو مسلم کشیدگی کا باعث کیونکر بن سکیگی۔ میرا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں مسلمانوں کو عیسائیوں یا ہندوؤں کے خلاف بھڑکاؤں۔ بلکہ میں نے تو ان کے سامنے تبلیغی جدوجہد کی ایک نظیر رکھی ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ وہ اسپر عبرت کی نگاہ ڈالیں اور بجائے خود سنبھل جائیں۔ اور اپنی ملی حفاظت کے مسائل پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ کسی دوسرے پر ناراض ہونے کی بجائے خود اپنی غفلت پر نادم ہوں۔ اور وہ راہ اختیار کریں جو زندہ قوموں کی شایانِ شان ہے۔ آج اگر کانگریس کے بڑے بڑے ہندو لیڈروں کا فرقہ وارانہ انجمنوں میں شریک ہونا۔ خود گاندھی جی جیسے چوٹی کے لیڈر کا اردو، ہندی کے فتنہ کو ہوا دینا۔ ہندی ساہتیہ سمیلن میں شریک ہونا۔ گاندھی سیوا سنگھ بنانا۔ سہ رجن ادھار کی خالص فرقہ وارانہ تحریک کو جاری رکھنا ہندو مسلم کشیدگی کا باعث نہیں بن سکتا۔ اور

اس کی بنا پر آپ نے ان سے بیزاری ظاہر نہیں کی تو بنگال و آسام کے طلبہ کا ایک انجمن بنا لینا۔ اور ان میں ملی احساس پیدا کرنے کیلئے میری مذہبی تقریر کا ہو جانا کیوں مورد الزام قرار پائے؟ ؎

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا + ہم آہ بھی کرتے ہیں ہو جاتے ہیں بدنام

باقی رہا یہ سوال کہ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء کی داستان دہرانے کا اب وقت نہیں۔ تو گذارش یہ ہے کہ کیا ۱۹۲۵ء میں جو ساڑھے چار سو سماجیں ہندوستان میں کام کر رہی تھیں اب ان میں سے کوئی بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہیں؟ کیا اب ستیارتھ پرکاش کی اشاعت بند ہو گئی۔ کیا اسلام کے خلاف اب کوئی کتاب آریوں کی طرف سے شائع نہیں ہوتی؟ کیا پنڈت کالیچرن شرما اور پنڈت رگھوناتھ پرشاد مصر کا ہندی ترجمہ قرآن مجید اور دوسرے آریوں کی کتابیں مثلاً "قرآن کی چھان بین" "اللہ میاں کا حلیہ" "اللہ میاں کی گکڑوں کوں" وغیرہ ناپاک کتابوں کی اشاعت ممنوع ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس پھیلے ہوئے زہر کا تریاق ڈھونڈنے کیلئے غافل مسلمانوں کو بیدار کرنے پر ہمیں ملامت کیوں کیجائے ؎

تیغِ نگاہِ ناز تو کرتی ہے قتل عام + اس پر یہ بندوبست کوئی نوحہ گر نہ ہو

اہل ثروت سے خطاب حضرات! اس جملہ معترضہ کے بعد پھر میں اپنے مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں یعنی معاندین حق کی جن مساعی کا ایک نہایت مجمل اور نامکمل خاکہ جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پیش کیا ہے اس کی طرف مکرر توجہ دلاتے ہوئے سب سے پہلے ان اہل ثروت مسلمانوں کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں جو مذہب کی پاس۔ اسلام کی حمایت اور ایمان کی حفاظت کا جذبہ بھی رکھتے ہیں۔ جو اللہ کی دی ہوئی دولت کو اس کی راہ میں قربان کر دینا اپنی عین سعادت سمجھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی گذارش کر دوں کہ آپ مجھے کسی تبلیغی انجمن کا تنخواہ دار مبلغ یا کسی قومی مدرسہ کا سفیر سمجھکر میری باتوں کو خود غرضی پر محمول نہ کریں۔ میں اللہ کے فضل و کرم سے دہلی کی اس شہرۂ آفاق اور بایہ ناز درسگاہ کے ایک ممتاز عہدہ پر فائز ہوں جو "دار الحدیث رحمانیہ" کے نام سے موسوم ہے۔ میں اس وقت جو کچھ بھی عرض کر رہا ہوں اس کا باعث ملت کی دردمندی کے سوا اور کچھ نہیں۔ واللہ علی ما نقول شہید +

رؤسا قوم! حق و صداقت کے خلاف دشمن کی ان خاموش مگر خوفناک ریشہ دوانیوں کے متعلق آپ پر جو فرض عائد ہوتا ہے آپ نے اس سے عہدہ برائی کی کیا تدبیر سوچی؟ یہ صحیح ہے کہ آج ملک میں بہت سی تبلیغی انجمنیں قائم ہیں اور آپکی امداد و اعانت اس کی پشت پناہ بھی ہے، اور اس میں بھی شک نہیں کہ کسی نہ کسی حد تک یہ چیز بھی مفید اور کارآمد ہے اسلئے یہ سلسلہ بھی آپ کو ضرور باقی رکھنا چاہئے۔ لیکن میرے خیال میں معاملہ کی شدت کسی مستقل اور مستحکم محاذ کی طلبگار ہے۔ کسی ایسے نظام کو چاہتی ہے کہ جس کا سلسلہ ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک یکساں طور پر پھیلا ہوا ہو۔ جو صرف وقتی اور ہنگامی نہ ہو بلکہ اٹل اور دائمی ہو۔ اور وہ یہی ہے کہ خود مسلمانوں کو مذہب کی صحیح تعلیمات سے واقف کرایا جائے ان میں مذہبی تعلیم سے دلچسپی اور ذوق پیدا کیا جائے۔ ان کو بتایا جائے کہ اسلام کس طرح دونوں جہان کی فلاح اور بہبود کا

ضامن ہے۔ ان کی رگ رگ میں اسلام کی محبت اس طرح رچا دیجائے کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت انھیں اس سے منحرف نہ کر سکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس خدمت کو انجام دینے والے وہی ہو سکتے ہیں جو خود اس نعمت سے بہرہ اندوز ہوں۔ کیا کسی کالج کے پاس شدہ یا کسی یونیورسٹی کے گریجویٹ سے یہ توقع کی جا سکتی ہے؟ درانحالیکہ وہ بے چارہ باوجود ادعائے ہمہ دانی دین کی ابجد سے بھی ناواقف ہوتا ہے۔ وہ تو اقتدار کا پجاری اور طاقت کا غلام ہے۔ آج انگریز کا تسلط ہے اسلئے وہ کالا انگریز بنا پھرتا ہے۔ اگر کل ہندو برسر اقتدار آجائے تو اسے "دھوتی پرشاد" بنتے ہوئے بھی دیر نہیں لگیگی۔ یہ کام تو مدرسوں کے وہی "بوریا نشین" "ملا" انجام دینگے۔ جو آج طوفان انقلاب کے سینکڑوں تھپیڑے کھانے کے باوجود بھی "ملا" ہی ہیں۔ بشرطیکہ کسی صحیح نظام کے ماتحت ان کو صحیح تعلیم و تربیت دیجائے۔ آپ ان کو ہزار ٹھکرائیں ان پر بار بار حقارت کی نگاہیں ڈالیں۔ لیکن یقین جانیں کہ آج شمع دین کی جو ٹمٹماتی ہوئی لو دکھائی دے رہی ہے وہ انھیں کی بدولت ہے پس ان مدارس کو مستحکم کیجئے۔ ان کے چلانے والے منتظمین کی حوصلہ افزائی کیجئے۔ ان میں پڑھنے والے طلبہ کو ضروریات زمانہ کے لحاظ سے ایسی مذہبی فوج بنائیے جو میدان تبلیغ میں ایک قدرتی فوج ہو۔

قرآن مجید نے سورۂ توبہ کی اس آیۂ کریمہ میں جو میں نے خطبہ کے شروع میں تلاوت کی ہے۔ اسی طرف اشارہ کیا ہے یعنی "یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام مسلمان گھر چھوڑ کر تحصیل علم کیلئے نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کرنا چاہئے کہ ہر بستی اور ہر گروہ میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو اس کام کیلئے وقف ہو جائیں۔ وہ تعلیم و تربیت کے مرکز میں رہ کر دین میں بصیرت پیدا کریں اور پھر اپنی آبادیوں میں جا کر تبلیغ کریں"۔ قرآن مجید کی اس تعلیم کے مطابق غریبوں کی ایک جماعت تحصیل علم کیلئے آپ کے پاس آتی ہے اب ان کو صحیح طریقہ پر اس سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع بہم پہنچانا آپ کا فرض ہے۔

طلباء سے خطاب علم دین کے طلبگارو! موقع کی مناسبت سے میرا ارادہ تھا کہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے آپ کے فرائض کے متعلق کچھ بسط سے کہونگا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میری عدیم الفرصتی نے اس کا موقع نہ دیا۔ اب اس باب میں صرف چند اشارے ذکر کر کے اس سمع خراشی کا سلسلہ ختم کرتا ہوں

دوستو! آپ کے وطن اور اہل وطن کو خیرباد کہنے، بے وطنی اور غربت کی ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کرنے کا مقصد قرآن مجید کے لفظوں میں یہ ہے۔ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ الآیہ۔ یعنی پہلے خود دین میں فہم و بصیرت پیدا کرنا اور پھر اپنے وطن واپس جا کر اپنی قوم کو برائیوں سے بچانے کیلئے اس کے انجام سے ان کو ڈرانا۔ پس ہمیشہ اس مقصد کو سامنے رکھیں اور اپنی قوم کی اصلاح کو اپنا فریضہ تصور کریں۔ اور میرے خیال میں انفرادی طور پر کسی قسم کی کوشش سے اس کیلئے کوئی اجتماعی شکل پیدا کر لینا زیادہ مناسب ہوگا۔ جیسا کہ بنگال و آسام کے طلبہ نے اپنی اس انجمن کی صورت میں اختیار کر لیا ہے۔

آج علماء اور طلباء کی جماعت جن اخلاق و عادات کی وجہ سے بدنام ہے۔ وہ آپ پر مخفی نہیں۔ کوشش کیجئے